۹۸۸۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ الحق نے اپنی زندگی کے تین سال پورے کر کے اس شمارہ سے چھٹے سال میں قدم رکھا، زندگی کے اس مختصر سفر میں اسے پھولوں کا بھی سامنا کرنا پڑا اور کانٹوں کا بھی مگر اس رحیم وکریم کی نگاہِ کرم کے صدقے اس راہرو حق کے سفر میں کہیں رکاوٹ نہ آئی جو کچھ ہو سکا اسی کے چشمہ فیض کی کرشمہ سازی تھی، آئندہ جو ہوگا اسی کے فضل وکرم کا نتیجہ ہوگا۔ ہمیں اپنے قارئین کی حق نوازی سے امید ہے کہ وہ الحق کی زیادہ سے زیادہ اشاعت، مقاصد وعزائم سے ہم آہنگی اور ہماری لغزشوں سے درگذر کے لئے دست بدعا رہیں گے۔ مقصود اوّل وآخر دین کی اشاعت اور حق وباطل کی تفریق ہے۔ خداوند کریم ہمیں اپنے مقاصد سے بہتر سے بہتر شکل میں ہمکنار ہونے کی توفیق دے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

بالآخر پاکستان کے غیور اور جسور مسلمانوں کو فتح ہوئی اور ادارہ تحقیقات کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کو بقول ان کے ملک کو فساد اور انتشار سے بچانے کی خاطر اپنے منصب سے مستعفی ہونا پڑا یا بقول ایک وزیر کے صدر صاحب نے انہیں الگ کر دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اسطرح حکومت اور ملک کو اس صورتحال سے بچا لیا گیا جو کچھ عرصہ اور ڈاکٹر صاحب کے اپنے عہدہ پر قائم رہنے کی صورت میں انتشار اور عالم اسلام میں پاکستان کی بدنامی کا ذریعہ بنتی۔ حکومت کے تدبّر اور سیاسی بصیرت کے ساتھ ساتھ یہ واقعہ یہاں کے کروڑوں مسلمانوں کی دینی حمیّت اعلاءِ حق کے لئے ایمانی جرأت، دین سے سچی محبت اور اسلام کی برتری اور عظمت کی واضح علامت ہے مسلمانوں کا یہ جوش وخروش اور ایمان ویقین کے ولولہ انگیز مظاہرے اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ ابھی ہماری دینی حس اور ہمارا ایمانی جذبہ اتنا کمزور نہیں ہوا کہ اسلام کو اتنی آسانی سے ملک بدر کیا جا سکے یہ معاملہ اس امر کا بھی غماز ہے کہ اصل طاقت عامۃ المسلمین اور اہلِ حق کی ہے، حق کا فیصلہ عوام کی عدالت اور اصلی ونقلی اسلام کی تمیز جمہور اسلام کے ہاتھ میں ہے۔ مگر کیا یہی کچھ ہمارے اطمینان کے لئے کافی ہے۔؟ اور کیا ڈاکٹر صاحب کی علیحدگی جمہور امت کے احساسات کی سچائی اور معقولیت تسلیم کر لینے کا نتیجہ ہے۔؟ یا پھر وقتی

دباؤ اور عارضی ہیجان کے نتیجہ میں ایسا ہوا ؟ اس بارہ میں افسوس کہ ہمیں بڑی مایوسی ہو جاتی ہے۔
ڈاکٹر صاحب نے جاتے جاتے اپنی غلطی کے اعتراف کی بجائے مسلمانوں کی نیت پر تفرقہ انگیزی اور انتشار پسندی کا حملہ کیا اور پھر ہمارے محترم وزیر قانون ایس ایم ظفر صاحب نے بھی اخباری خبروں کے مطابق اس ملک گیر احتجاج کو علماء کی بے وقت راگنی قرار دیا۔ اور حیرت یہ کہ اپنی طرف سے ڈاکٹر صاحب کی رسوائے زمانہ کتاب کی صفائی اور ملحدانہ نظریات سے انکی برات بھی کرنا چاہی یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب کو علماء حق سے بحث و مناظرہ کی پوزیشن میں بھی سمجھا گیا، اور یہ بھی کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب موجودہ عہدہ سے بہت پہلے لکھی تھی۔ (اور یہ بات کتاب کو بار بار پڑھنے کے دعوٰی کا عجیب "ثبوت" ہے) کتاب کی صفائی اور ڈاکٹر صاحب کی برات کا تو ہم اسی شمارہ میں کتاب "اسلام" کے چند اقتباسات اپنے اصل الفاظ (انگریزی) میں پیش کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ لیکن کیا صرف یہی کتاب تھی جس سے ڈاکٹر صاحب کے نظریات پر روشنی پڑتی ہے۔ نہیں، بلکہ ڈاکٹر صاحب تو پچھلے کئی سال سے اسلام کی تحقیق و ریسرچ پر مصروف ہیں وہ اور ان کے رفقاء کار کے سینکڑوں ہزاروں مضامین اور مقالات اسلام کا حلیہ بگاڑنے کے سلسلہ میں اب تک شائع ہو چکے ہیں۔
ادارہ کا ترجمان ماہنامہ "فکر و نظر" لگاتار اسلام کے اصول اور مبادی پر تیشہ چلا رہا ہے۔ اس کے صفحات ڈاکٹر صاحب کے ملحدانہ نظریات اور اسکی تشریح و ترجمانی کے لئے وقف ہیں "اسلام" میں انہوں نے جو کچھ کہا اس سے زیادہ شد و مد کے ساتھ اور اس سے بڑھ کر وہ ادارہ کے رسائل میں ہر ماہ پیش کرتے آئے ہیں۔ ماہنامہ فکر و نظر کے کسی ایک فائل کو اٹھا کر دیکھئے، آپ کو اس قسم کے تحقیقی شاہکار ملیں گے کہ ـــ قرآن کلام اللہ بھی ہے مگر کلام رسول بھی ہے[1]۔ قرآنی قوانین وقتی تھے[2] قرآنی زکوٰۃ ٹیکس ہے[3]۔ قرآنی نصاب شہادت منسوخ ہے[4]۔ قرآن سے شراب کی حرمت ثابت نہیں ہوتی[5]۔ حضورؐ کے فیصلے قانون نہیں ہیں[6] حضورؐ کو قانون سازی کا موقع نہ مل سکا[7] معراج مسلمانوں کی توہم پرستی کی ایک مثال ہے[8] عقیدۂ شفاعت عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کا جواب ہے[9] (وغیرہ ذلک من الخرافات اعاذنا اللہ منہا) ـــ الغرض ادارہ کے نشریات سے ایسے مواد کا دفتر سے دفتر تیار ہو سکتا ہے، جس میں اسلام کے ایک ایک مسئلہ اور بنیادی امور پر نشتر زنی کی گئی ہو خواہ اس کا تعلق وحی، قرآن، رسالت، سنت اور سیرت سے ہو یا قیاس و اجتہاد سے اسلام کے

---

[1] فکر و نظر جنوری ۶۸ء ص ۵۳۰ [2] ج ۲ ش ۱۔ ۲ ص ۱۶ [3] جنوری ۶۸ نیز ش ۱۲/۳ جون ۶۵ء [4] ش ۲/۲ ص ۲۳۶
[5] اخلاقی نوٹ از مشاورتی کونسل [6] ش ۱۔ ۲ ص ۱۶ [7] ص ۱۸۰۱۷ [8] ج ۲ ش ۱ ص ۲۱ [9] ایضاً۔

معاشرتی اور تمدنی مسائل ہوں یا اقتصادی نظام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسی بنیادی عبادات ہوں یا طلاق، نکاح، عدت اور میراث کے قوانین۔ اگر ہمارے بیدار مغز اور سنجیدہ و متین وزیر قانون کو اس تمام تحقیقی طومار اور "اجتہادی" سرگرمیوں کا واقعی علم نہ تھا تو ان کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی صفائی میں تمام مسلمانوں کی آنکھوں میں بھی دھول نہ جھونکتے، اسطرح انہوں نے بلا وجہ اپنے بارہ میں مسلمانوں کے جذبات اعتماد کو دھچکا لگا دیا۔ تعجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی مذکورہ کتاب کو بار بار پڑھ لینے کے باوجود بھی کتاب کے ایسے کھلے جارحانہ حصے ان کی نظر میں کیسے نہ آسکے۔ وزیر صاحب کے بارہ میں ہمارا حسن ظن یہی کہتا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے بارہ میں تساہل یا پھر خوش فہمی کا شکار ہوئے ورنہ ان کے دینی احساسات لامحالہ انہیں ڈاکٹر صاحب کے نظریات سے بیزاری پر مجبور کرتے۔

جو لوگ اس ملک میں جان بوجھ کر ڈاکٹر صاحب جیسے صریح ملحدانہ خیالات رکھنے والے اشخاص کی وکالت کرتے ہیں۔ یہ چیز یا تو ان لوگوں کی حقیقت دین سے بے خبری اسلام کے بنیادی معتقدات سے لاعلمی اور جہالت کی دلیل ہے، یا پھر حقیقی اسلام سے گریز و فرار کا ثبوت یا کم از کم دینی حمیت اور ملی احساسات کے فقدان کی علامت، ورنہ یہ کب ممکن ہے کہ جن لوگوں کی رگ حمیت کسی معمولی سیاسی اختلاف اور تنقید سے پھڑک اٹھتی ہے، اسلام کی اس بے دردی سے توہین پر انکی جبین غرور عرق آلود تک نہ ہو، کسی قومی محترم شخصیت کا نام بغیر القاب و آداب لینے پر تو کھلبلی مچ جائے، ٹرسٹی اور نیم ٹرسٹی اخبارات اداریوں کا طومار باندھ لیں، یہاں تک کہ اقتدار اعلیٰ تک کو اس کی تلافی کرنی پڑے۔ مگر جب ایک سرکاری ادارہ کا ڈائرکٹر نہ صرف یہ کہ آقائے مدینہ مولائے کل (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کو کسی اعزاز و تکریم اور صلوٰۃ و سلام تک کا روادار نہ ہو بلکہ وہ نبی اولین و آخرین کے منصب رسالت اور تشریعی مقام اور قرآن کریم کی شان و منزلت کو لگاتار مشکوک اور مجروح کرنے کی کوشش کرتا پھرے، تو ان لوگوں کو احساس ندامت تک نہ ہو بلکہ الٹا وہ ناموس رسالت پر مرمٹنے والے اور نظریہ پاکستان کے تقدس کو برقرار رکھنے والے مسلمانوں کے جذبات کو چیلنج کردیں۔ رہا یہ دعویٰ کہ ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ کتاب بہت پہلے لکھی گئی تھی تو افسوس کہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے، بلکہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تصنیف میں اول تا آخر ادارہ تحقیقات اور اپنی کتاب کو یک جان دو قالب بنا کر دنیا میں پاکستان کو رسوا کرنے کا بھرپور سامان مہیا کیا ہے۔

ٹائیٹل پر مؤلف کے نام کیساتھ ڈائرکٹر ادارۂ تحقیقات کا عہدہ لکھا گیا ہے۔ سن طباعت ۱۹۶۶ء بتلایا گیا ہے۔ اور پیش لفظ (جس میں ادارہ کے رفقاء کا شکریہ ادا کیا گیا ہے) پر ۱۹۶۵ء کی تاریخ ثبت ہے، پھر کتاب میں جگہ جگہ اسلام کو "نئے تقاضوں سے ہم آہنگ" کرانے کے سلسلہ میں ادارۂ تحقیقات کے عزائم اور مقاصد کو بھی سراہا گیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۲) اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ کتاب خود اس تاویل کا منہ چڑا رہی ہے، جو جھوٹی تسلی دلانے کے لئے کتاب کے بارہ میں اختیار کی گئی ہے، ہمیں افسوس ہے کہ ایسی دل آزار کتاب کے ساتھ ادارۂ تحقیقات کا جوڑ لگا کر بیرون ملک میں پاکستان کی دینی ساکھ کو کافی نقصان پہنچایا گیا ہے۔ جس اسلام کے رشتہ سے مراکش سے لیکر انڈونیشیا تک عالم اسلام کے دل پاکستان کے لئے دھڑک رہے ہیں، یہاں سے اسلام کی ایسی نمائندگی دیکھ کر اس دھڑکن کی رفتار یقیناً سست پڑ جانے کا خطرہ ہے۔ اگر یہ کتاب واقعی موجودہ عہدہ سے پہلے لکھی گئی تھی تو اس بات سے انتظامیہ کی پوزیشن اور بھی نازک ہو جاتی ہے کہ ایسی کتاب کے مصنف اور اسلام کے بارہ میں اتنا معاندانہ رویہ رکھنے والے شخص کو کن اغراض اور مقاصد کی خاطر اتنا اہم آئینی اور مرکزی ادارہ سپرد کر دیا گیا۔ جبکہ اس کے خیالات پہلے سے ڈھکے چھپے نہ تھے۔

اس نازک اور اضطراب انگیز صورتحال کی تلافی صرف ڈاکٹر صاحب کے استعفیٰ دینے سے نہیں ہو سکتی بلکہ ملک وبیرون ملک میں دینی ساکھ اور ملک کی اسلامی حیثیت بحال کرنے سے پاکستانی قوم میں اعتماد اور اطمینان کی فضا پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی مذکورہ کتاب اور ادارۂ تحقیقات کے دیگر سابقہ مجلات اور مضامین کو بکلیت ضبط کر لیا جائے، نیز ڈاکٹر صاحب اور ان کے حوارئین کو مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے پر تعزیرات پاکستان کی دفعات ۲۹۵، ۲۹۸ کے تحت عبرتناک سزا دی جائے، یہ ایک کم سے کم تعزیر ہے اگر ملک میں اسلامی قانون کا دور دورہ ہوتا تو اسلام میں اسکی سزا انتہائی سخت قسم کی تجویز ہوتی۔ اس کے علاوہ یا تو ادارۂ تحقیقات کو یکسر بند کر دیا جائے یا پھر تشکیل جدید تک ایسے تمام حضرات کو ادارہ سے الگ کر دیا جائے جو نہ صرف یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے طرز فکر پہ سوچتے ہیں، بلکہ اب تک ان کی ساری کوشش کا محور "اسلام کی نئی ترجمانی" اور ڈاکٹر صاحب کے خیالات کی تشریح و تائید رہی ہے۔ ان لوگوں کے غیر اسلامی ذہن و فکر کی شہادت ان کے مضامین اور مقالات دے رہے ہیں۔

اس سلسلے میں ماہنامہ فکر و نظر اور اس کے مدیر کا طرزِ عمل نہایت جارحانہ اور مسلم آزار رہا ہے۔ دین کو نئے سانچوں میں ڈھالنا، مذہب کو عالمی بدامنی کا ذریعہ سمجھنا، اسلام کو اشتراکیت سے ہم آہنگ کرنا علماءِ حق کو راستے سے ہٹا دینا یا انہیں پابجولان کرنا مدارس اور دینی اداروں کو بزورِ شمشیر تالے لگوا دینا اور ملک کو ترکی اور دیگر لادینی ریاستوں کے مطابق کر دینا وغیرہ اس کے اداریوں اور مدیر کے تدبیر کا اب تک محور رہا ہے۔ یہ طرزِ عمل نہ صرف یہ کہ حکومت اور علماءِ حق کے درمیان بے اعتمادی اور نفرت کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہونے کا سبب بن رہا ہے، بلکہ تمام مسلمانوں کی بے چینی اور اضطراب میں بھی اضافہ در اضافہ کا موجب ہے۔ اگر ادارہ سے اس قسم کا دل آزار لٹریچر شائع ہوتا ہے اور ڈاکٹر صاحب کو کسی دوسرے سرکاری منصب یا غیر سرکاری حیثیت میں اپنے ملحدانہ خیالات کی اشاعت کی کھلی چھٹی ہو تو ایک شخص کے استعفیٰ سے وہ اضطراب اور بے چینی ختم نہ ہو سکے گی جس نے خیبر سے چاٹگام تک ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ بنیادی طور پر کرنے کا کام یہ ہے کہ ادارۂ تحقیقات کے عزائم، مقاصد اور طریقِ کار کو صحیح دینی خطوط پر از سرِ نو تشکیل کر کے اسے ملک کے معتمد علیہ متبحر علماءِ حق کے سپرد کر دیا جائے جو دینی اقدار اور روایات کی ابدیت اور صداقت پر دل و جان سے ایمان رکھتے ہوں اور جنہیں جدید عصری تقاضوں پر بھی مومنانہ بصیرت کے ساتھ گہری نظر بھی ہو ورنہ یہ بات یقینی ہے کہ موجودہ کیفیت برقرار رکھنے کی شکل میں قوم کی دولت اور وقت ضائع کرنے اور مسلمانوں کا ذہنی انتشار اور بد اعتمادی کی فضا میں مبتلا رہنے کے سوا کچھ نہ ہو سکے گا، پاکستان کی اکثریت کو دینی انحطاط کے باوجود اپنی تابندہ روایات کی تاریخی صلابت اور دوام و سچائی پر ایسا پختہ ایمان ہے جسے اسمتھ اور شاخت کے فراہم کردہ اوزار سے نہیں توڑا جا سکتا۔ دین کی اعلاء اور سربلندی اور اسلامی نوامیس کی حفاظت کے لئے مسلمانوں اور علماءِ حق کا یہ جوش و اضطراب اور یہ سوز و تڑپ کسی سیاسی اور مادی تحریک یا کسی شخص اور فرد سے ذاتی عناد اور تعصب پر ہرگز مبنی نہیں بلکہ مقصود اول و آخر دین اور اس کی طفیل ملک و ملت کی فلاح و بہبود ہے اور اس کے لئے بحمد اللہ ملک میں تن من دھن سب کچھ لٹانے والوں کی کمی نہیں اور عزیمت و عزیمت کے روشن میناروں سے ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا رہا ہے۔

★

کراچی میں ولی عہد اردن شہزادہ حسن اور مس ثروت کی شادی نے ملوک غسان اور شاہانِ ساسان کے الف لیلوی قصوں کی یاد تازہ کر دی، نشست گاہ کی آرائش کیلئے بیروت تک سے تازہ پھول لائے گئے ۔ بے حد و حساب رسومات میں صرف ایک رسم "جوتا چرائی" کی قیمت ۲ ہزار